سوال

(41) اسقاط حمل

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(Abortion)؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

م السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

شریعت کی نظر میں جنین (پیٹ کا بچہ) کی زندگی کی وہی اہمیت و حرمت ہے جو کسی زندہ انسان کی ہے ۔ اس لیے اس زندگی کی حفاظت بھی اسی طرح فرض ہے.جس طرح زندہ انسان کی زندگی کی حفاظت ضروری ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ حاملہ عورت رمضان کے مہینے میں روزے توڑ سکتی ہے اور اگر جنین کو کسی قسم

یہی وجہ ہے کہ زنا کی وجہ سے ٹھہرانے والے حمل کا بھی عورت اسقاط نہیں کرا سکتی کیوں کہ اس بچے کی حیثیت بھی ایک زندہ انسان کی سی ہے ۔ اگر یہ حرام کا بچہ ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے ۔

جنین کی اسی حیثیت کی وجہ سے اسلامی شریعت کا یہ قانون ہے کہ موت کی سزا پانے والی عورت اگر حاملہ ہے تو اسے اس وقت تک موت کی سزا نہیں دی جا سکتی جب تک وہ بچے کو جنم نہ دے لے اور اس کے دودھ چھڑانے کی عمر نہ ہو جائے اور یہی وجہ ہے کہ اس شخص پر پوری دیت دینا لازم ہے جو کسی

ۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ روح پھونکنے کے بعد جنین ایک مکمل انسان تصور کیا جائے گا ۔ جنین کی اس حقیقت کی بنیاد پر تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ روح پھونکنے (بچے میں جان پڑنے) کے بعد اسقاط حمل جائز نہیں ہے اور کسی نے جان بوجھ کر ایسا کیا تو اسے قتل میں شمار کیا جائے گا ۔

قاط حمل جائز ہے یا نہیں ۔ اس سلسلے میں فقہائے کرام کے درمیان اختلاف ہے ۔ بعض فقہائے کرام بوقت ضرورت اسقاط حمل کو جائز قرار دیتے ہیں ۔ کیوں کہ روح پھونکنے سے قبل جنین محض گوشت اور خون کا بے جان لوتھڑا ہے ۔ لیکن وہ علمائے کرام جو "عزل" (مباشرت کے وقت منی کو باہر گراد

بعض علمائے کرام کے نزدیک روح پھونکنے سے قبل اسقاط حمل حرام تو نہیں لیکن مکروہ ضرور ہے ۔ ان کا مطمح نظر یہ ہے کہ روح پھونکنے سے قبل جنین اگرچہ بے جان لوتھڑا ہے لیکن آخر کبھی نہ کبھی اس میں روح پھونکی جائے گی اور اسے زندگی عطا ہوگی ۔

جان پڑنے کا وقت کون سا ہوتا ہے ۔ اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے ۔ بخاری و مسلم کی وہ مشہور حدیث جسے وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کے مطابق جنین کے اندر ایک سو بیس دن کے بعد روح پھونکی جاتی ہے لیکن مسلم شریف کی ایک دوسری صحیح حدیث ہے

نُطْفَةِ ثِنْتَانِ وَأَرْبَعُونَ لَيْلَةً ، بَعَثَ اللَّهُ إِلَيْهَا مَلَكًا ، فَصَوَّرَهَا ، وَخَلَقَ سَمْعَهَا وَبَصَرَهَا وَجِلْدَهَا وَلَحْمَهَا وَعِظَامَهَا....."

ب بیالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کی صورت گری کرتا ہے ۔ اس کے کان آنکھ جلد گوشت اور ہڈیوں کی تخلیق کرتا ہے ۔ ''

یہ ایک لمبی حدیث ہے جو یہ واضح کرتی ہے بیالیس دن گزرنے کے بعد نطفہ ایک انسانی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اس کی تقدیر لکھ دی جاتی ہے ۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ سب کچھ ہونے کے بعد اس کے وجود کو ختم کرنا گویا اسے قتل کرنا ہے ۔ بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث جس میں ایک سو

ان دونوں احادیث اور علمائے کرام کی مختلف رایوں کو مد نظر رکھتے ہوئے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اصولی طور پر اسقاط حمل ناجائز اور حرام ہے ۔ لیکن اس حرمت کے کئی درجے ہیں ۔

ہر ہے کہ حمل کے ابتدائی ایام میں اسقاط حمل کی حرمت اتنی شدید نہیں ہے جتنی اس کی تخلیق شروع ہونے (بیالیس دن گزرنے) کے بعد اس کی حرمت ہے ۔ روح پھونکنے کے بعد اسقاط حمل سراسر قتل اور بھیانک جرم ہے ۔ صرف انتہائی ناگزیر حالت میں اس کی اجازت دی جا سکتی ہے اور وہ ناگزیر حالت

دور حاضر کے بعض علمائے کرام کے نزدیک انتہائی ناگزیر صورت یہ بھی کہ جنین میں کچھ ایسا تخلیقی نقص یعنی پیدائشی عیب پیدا ہو جائے کہ پیدا ہونے کے بعد اس کی زندگی اس کے لیے مصیبت اور عذاب بن کر رہ جائے ۔ الٹرا ساؤنڈ اور بعض دوسرے جدید آلات کے ذریعے پیدائش سے قبل پتہ لگایا جا سکتا ۔

1) ہے۔

2) ہے۔

3) ہے۔

4) ہے۔

ہ میری نظر میں صرف ایک ہی ایسی صورت ہے جس میں اسقاط کی اجازت دی جا سکتی ہے ۔ وہ یہ کہ اسقاط نہ کرایا گیا تو ماں کی جان کو خطرہ لاحق ہو جائے ۔ ایسی صورت میں ماں کی جان بچانے کے لیے حمل کو ساقط کرایا جا سکتا ہے کیوں کہ ماں کی جان بہر حال بچے کی جان سے زیادہ اہم ہے (واللہ اعلم بالصواب)

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

فتاوی یوسف القرضاوی

طبی مسائل، جلد: 2، صفحہ: 263

محدث فتویٰ